



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

ایک شام میر تقی میرؔ کے نام

عالمی طرحی مشاعرہ کا **پہلا رنگ**

۲۳ اپریل ۲۰۱۶ء





بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

شریکِ مشاعرہ

عاجز سجاد
محمد قمر شہزاد آسی
ابو عبیدہ اعظمی
عادل اشرف
احمد مسعود
احمد نثار
عاکف غنی
علیم اسرار
امین جسپوری
امن قندیل ناز
امواج الساحل
میاں محمد ارشد منیر

اسد مصطفےٰ
اشفاق غوری
عزیز فیصل
احمد علی برقی اعظمی
روبینہ شاہین بینا
ڈاکٹر منظور احمد
گوہر رحمان گوہر
ہاشم علی خان ہمدم
افتخار الحق
عرفان قادر
جیا قریشی
محمد خلیل الرحمٰن

خمار دہلوی
محمد فہیم
محمد شاہد الرحمن
محمد طارق راہی
مسعود ساگر
مرید باقر انصاری
نوید ظفر کیانی
نور جمشید پوری
قدسیہ ظہور
عبدالقیوم رمز
رعنا حسین
شاہین فصیح ربانی

شاہین مغل
شکیل انصاری
شوق جعفری
شہنواز انور
شہناز رضوی
شیریں نہاں
شعیب نوید خان
سید افضل علی میر
ترنم شبیر
یاسر عباس فراز
ذہینہ صدیقی
ذیشان فیصل
زوہان عابد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

قمر شہزاد آسی

حمد

خواب کتنا وہ روح پرور تھا
کعبۂ پاک کے میں اندر تھا

پیش کعبہ کھڑا تھا میں پُرنم
اور میزاب میرے سر پر تھا

جو نظارہ بھی آنکھ نے دیکھا
رب کی قدرت کا ہی وہ مظہر تھا

جو ترے در سے ہو کے آیا تھا
اپنی قسمت کا وہ سکندر تھا

سر جھکاتے تھے سب وہیں پیہم
ہر شہنشاہ وہاں گداگر تھا

میں ہی بیدار ہو گیا یارو
"ورنہ ہر جا جہان دیگر تھا"

اس کی رحمت کی آس تھی آسیؔ
ہر عمل ہیچ روز محشر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موج غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

قمر شہزاد آسی

نعت صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر خیرالوریﷺ کا لب پر تھا
اوج پر تب مرا مقدر تھا

مل گئی سوئی عائشہ ماں کو
چہرۂ والضحیﷺ منور تھا

جا رہا تھا میں خواب میں طیبہ
عشق احمدﷺ کا تاج سر پر تھا

مصطفیٰﷺ نے دعا ہی دی اس کو
کوئی اتنا بڑا ستم گر تھا

جلوہ گر جس زماں میں تھے آقاﷺ
اس کا ہر لمحہ کیف آور تھا

سب صحابہ نصیب والے تھے
اُنﷺ کا دیدار جو میسر تھا

کاش فرمائیں آقاﷺ محشر میں
لاؤ آسؔی کو جو ثناء گر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

قمر شہزاد آسی

غزل

پوچھ مت یار کیسا منظر تھا
یار کے ہاتھ میں بھی خنجر تھا

کس لیے یاد تیری آئی ہے
میں تو پہلے ہی اتنا مضطر تھا

یہ جو ہے راہ دیکھی بھالی ہے
شاید اس راہ پر مرا گھر تھا

اب تو بس یاد رہ گئی باقی
قرب اس کا کبھی میسر تھا

اس لیے یار سارے چھوڑے ہیں
ایک سے بڑھ کے اک ستم گر تھا

ڈوبنا تھا ہی تیری آنکھوں میں
جھیل سمجھا جسے سمندر تھا

ہم ترے شہر سے نہیں نکلے
"ورنہ ہر جا جہان دیگر تھا"

روح سرشار ہوگئی میری
کسقدر دلنشیں وہ پیکر تھا

ان کی عادت تھی بیوفائی کی
دل ہمارا وفا کا خوگر تھا

لو یو کہتے ہی وہ ہوا غائب
جانے کیسا عجیب منتر تھا

گھر ملا مجھ کو گور کی صورت
جب تلک تھا حیات بے گھر تھا

اس کو ہر حکمران نے کھایا
ملک گویا یہ لقمۂ تر تھا

خوب پہچانتا ہوں رہزن کو
یہ وہی ہے جو پہلے رہبر تھا

کیسا یکجا کلام کرتا میں
جبکہ اک چھوٹے سارے سیل پر تھا

وقت ایسا بھی تھا مراسم میں
اسکی تلوار تھی مرا سر تھا

ہاں وہی ہوں میں غور سے دیکھو
شہر الفت میں جو گداگر تھا

کیسے ملتا تجھے قمر آسی
وہ کسی اور کا مقدر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

قمر شہزاد آسی

یار میرا بہت ستم گر تھا
زلف رکھتا وہ مثل ہنٹر تھا

اس کو میں تاڑنے لگا جوں ہی
دفعتا باپ اس کا سر پر تھا

بوٹی پارلر میں جانے سے پہلے
اسکا چہرہ توے برابر تھا

مجھ سے برتن نہ کیسے منجھواتا
جبکہ میں اک شریف شوہر تھا

کمپینیشن عجیب تھا اس کا
جینز ,ساڑھی پہ ہیٹ سر پر تھا

فکاہیہ کاوش



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موج غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

ابو عبیدہ

غزل

جس کی معماریوں کا جوہر تھا
کیا ستم عمر بھر وہ بے گھر تھا

کتنا پُر سوز گھر کا منظر تھا
بُھوکے بچّے تھے اور پتّھر تھا

میرے اک ہاتھ میں تھا سورج اور
دوسرے ہاتھ میں سمندر تھا

جب رگِ جاں کٹی تو راز کُھلا
پھول پہنے ہوئے وہ خنجر تھا

سانپ ڈسنے سے مر گیا بیٹا
باپ کے پاس جب کہ منتر تھا

اُس کو شیشے کا گھر مِلا تحفہ
سر سے پاؤں تلک جو پتھر تھا

قتل ہونا ہی تھا عبیدؔہ مجھے
عشق کا مَیں ہی اک پیمبر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

غزل

مجھ کو میری ہی ذات کا ڈر تھا
کیوں کہ اندر سے میں قلندر تھا

جس کی خاطر یہ خاک چھانی تھی
جب وہ دیکھا تو میرے اندر تھا

بات کچھ مانتا نہ تھا میری
دل تو ویسے بھی تھوڑا خود سر تھا

تم سے مل کر میں ہنس دیا ورنہ
ایسے ہنسنا کہاں مقدر تھا

جس کو دیکھا حقیر نظروں سے
در حقیقت وہ مجھ سے بہتر تھا

وہ جو فائز امامِ مسجد تھا
مر گیا جب وہ شخص کافر تھا



عاجز سجاد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

عادل اشرف

غزل

آدمی زندگی کا خوگر تھا
جسم جاں کے بغیر پیکر تھا

خوبصورت نگر کا منظر تھا
ایک مسجد کے پاس مندر تھا

اک طرف آنکھ اک طرف گیسو
اک قیامت تھی ایک محشر تھا

بت تراشا تھا جس نے سوچوں میں
کعبۂ دل میں ایک آزر تھا

جو ملا شہرِ سنگ میں یارو
ہاتھ میں اس کے ایک گوہر تھا

میکشی تھی صلیب پر عادل
وہ نشہ کیا تھا خواب آور تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

احمد مسعود

غزل

اس کے بن دل مرا تو بنجر تھا
اس سے ملنا مرا تو اکثر تھا

وعدہ کر کے مکر وہ جاتا تھا
دل مرا اس ستم کا خوگر تھا

روز ملنا اسی سے ہوتا تھا
پاس گھر کے اسی کے دفتر تھا

بات اس کی نہ ٹال سکتا تھا
دل مرا تو اسی کا نوکر تھا

قتل ہونے کو روز جاتا تھا
اس کی آنکھوں میں ایک خنجر تھا

میں اسے کیسے بھول سکتا تھا
وہ تو میرے ہی دل کے اندر تھا

جب کبھی روٹھ کر نہ ملتا وہ
حال اپنا بہت ہی ابتر تھا

عشق اس سے چلا مرا برسوں
ایک دن پھر میں اس کا شوہر تھا

جب تلک ہاں نہیں کی تھی اس نے
گھر کے آگے اسی کے بستر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

احمد نثار

غزل

نہ ہی تلوار نہ ہی خنجر تھا
میں محبت کا اک پیمبر تھا

نہ ہوا خم تو رکھ دیا حاکم
ایک انعمام میرے سر پر تھا

یاد تیری ہوا کے جھونکوں سی
جب بھی ا ?ئی تو دل معطر تھا

جس کو پتھر سمجھ کے چھوڑ دیا
وہ میرا دل بڑا سخنور تھا

مجھ کو پل پل چبھن ملی جیسے
میری آنکھوں میں ایک نشتر تھا

شاہ گذرے ہیں ایسے جن کے پاس
ایک چادر تھی ایک بستر تھا

کیوں نثآر آج کیا ہوا اس کو
کل تو اخلاق کا وہ پیکر تھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

عاکف غنی

غزل

دل محبت سے جب منور تھا
میرا سینہ بڑا معطر تھا

ہم ہی بیزار اس جہاں سے رہے
''ورنہ ہر جا جہانِ دیگر تھا''

تیرے آنے سے یہ نہال ہوا
دل جو درد و الم کا محور تھا

کوئے جاناں میں جا کے یہ جانا
کوئی اپنا بھی ناز پرور تھا

جان دے دی وفا نبھاتے ہوئے
درس اس کو وفا کا ازبر تھا

بیوفائی اسی نے کی مجھ سے
وہ جو یارو وفا کا پیکر تھا

عشق میں بچ گیا اگر کوئی
وہ مقدر کا اک سکندر تھا

تم کو ملتا میں کس طرح عاکف
میں تو خود کو بھی کم میسر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

علیم اسرار

غزل

ایک مقتل سجا زمیں پر تھا
امن کے نام خون کیونکر تھا

خشک صحرا نشین لوگوں کو
پیاس درپیش تھی سمندر تھا

مجھ کو شہرت ملی ہے قسمت سے
ورنہ دشمن زماں ستم گر تھا

ہاتھ خالی تھا جیت کر دنیا
جب گیا جاں سے وہ سکندر تھا

میں ہی تھا آگ پھر بجھانے میں
اور الزام میرے سر پر تھا

دن میں دیکھا تھا اک حسیں پیکر
خواب میں چہرہ وہ ہی شب بھر تھا

پھر ہیں چپ چاپ سے خیالوں میں
مجھ کو ان سازشوں کا ہی ڈر تھا

ساتھ اسرآر کے رہو صاحب
کون کہتا ہے میں قلندر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

امین جسپوری

غزل

اپنی ہی دسترس سے باہر تھا
میں کہاں خود کو بھی میسّر تھا

مجھ کو پگھلا دیا زمانے نے
میں بھی کوہِ گراں کا پتّھر تھا

تھا منوّر اسی کے دم سے میں
جس کی رفتار سے مجھے ڈر تھا

غم کو نعمت سمجھ کے رکھتا تھا
میرے اندر بھی اک قلندر تھا

دولتِ خواب منتظر تھی مری
اور میں بیداریوں کو خوگر تھا

سختیں ترک ہو گئیں مجھ سے
فرض کا بوجھ میری جاں پر تھا

ایک منظر سے بندھ گئی تھی نظر
"ورنہ ہر جا جہانِ دیگر تھا"

باندھ رکھے تھے پاؤں ظلمت نے
اور اجالا ہمارے سر پر تھا

تھی مبرّیٰ ہوس سے ذات مری
میرا ہم سر کہاں سکندر تھا

برف اس سے انا کی لپٹی تھی
ایک شعلہ جو زیرِ چادر تھا

مدّعا دل کا ان سے کیا کہتا
میرا سایہ مرے برابر تھا

گھر تھا شعلوں کے درمیان مرا
راستہ پانیوں کے اندر تھا

اس کو امّت نے کر دیا مصلوب
عہد کا اپنے وہ پیمبر تھا

سر تو مخزن تھے سب تعفّن کے
اور پیکر ہر اک معطّر تھا

خواب سے ڈر گیا امینؔ، کہ مَیں
آخری آدمی زمیں پر تھا

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

امن قندیل ناز

غزل

وہ جو دشمن مرا ستمگر تھا
مجھ کو احباب سے تو بہتر تھا

کامرانی گریز پا جو رہی
میرا رہزن مرا ہی رہبر تھا

دست گیری سے زخم خوردہ ہوں
جو بھی تھاما وہ ہاتھ خنجر تھا

رنگِ الفت لہو میں زہر ہوا
چارہ سازی تھی، کار محشر تھا

سوزِ افلاس نے جلا بخشی
مجھ میں تخلیق کا جو عنصر تھا

ختم سب اہتمام بزم ہوا
ہم کو جب تو نہیں میسر تھا

نیم وا عشق ناتمام رہا
درد رفتہ سو ناز دیگر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

امواج الساحل

غزل

تو قناعت کا خود ہی پیکر تھا
"ورنہ ہر جا جہانِ دیگر تھا"

وہ تو جادو ہی چل گیا تیرا
میں تو اعلی ترین خود سر تھا

مجھ کو ملتا تو عشق کیونکر کہ
ایک میں ہی تو سب میں کمتر تھا

آپ ہی جھک گیا تھا جانے کہاں
سر اٹھایا تو وہ ترا در تھا

جس کو پھانسی سے مار ڈالا ہے
وہ تو مجرم نہ تھا قلندر تھا

غور سے دیکھ لو کہ ہاتھوں میں
اس کے تیشہ تھا یا کہ خنجر تھا

سب حسیں اس کے گرد رہتے تھے
جانتا کیسے کیسے منتر تھا

جانے کیسے یہ پیار تم سے ہوا
میں تو تنہائیوں کا خوگر تھا

میں سکیموں کو کیا کروں امواؔج
میں تو پیدائشی ہی بے گھر تھا



موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

ارشد منیر نقشبندی

نعت صلی اللہ علیہ وسلم

میری سوچوں کا وہ جو محور تھا
عشق اس کا میرا مقدر تھا

اس کی الفت میں جو فنا ٹھہرا
ہاں وہ جذبہ ہی سب سے اکبر تھا

اس کے حسن و جمال کے دم سے
میرا سرِ نہاں منور تھا

قلب و جاں سب ہی موہ لیئے اس نے
خلقِ حسنہ کا ایسا پیکر تھا

کاشفِ وجد و کیف و شوق و جنوں
مستی و بیخودی کا ماہر تھا

اس کی چاہت میں رفعتیں پائیں
ورنہ بے نام تھا میں ابتر تھا

دل کا کاسہ منیرؔ بھر ڈالا
وہ عجب شان کا قلندر تھا



موج غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

ارشد منیر نقشبندی

غزل

عشق آپے سے آج باہر تھا
آج برپا عجیب محشر تھا

دل جو لوٹا ہمیں خبر نہ ہوئی
حسن فطرت میں کتنا شاطر تھا

زعم جن کو تھا شادیانوں پر
رات ماتم انھی کے گھر پر تھا

ٹوٹ کر آ گرا زمیں پر وہ
آسماں پر کبھی جو اختر تھا

میں بھی ان سا شہید ہوں لوگو
وہ مرے دوستوں کا لشکر تھا

غار سے شہر کیوں چلا آیا ہوں
شور سے تو سکوت بہتر تھا

بات حق تھی اتر گئی دل میں
قولِ شیریں بڑا مؤثر تھا

اس میں یادوں کے پھول کھلتے تھے
گلشنِ دل بڑا معطر تھا

ہم تو اس پر فدا رہے ہیں منیرؔ
جو سرے سے ہمارا منکر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل
میر تقی میر
کے نام

اسد مصطفیٰ

روشنی کا جہاں مقدر تھا
سو مرا ذہن ودل منور تھا

سرسری ہم جہان سے گزرے
ورنہ یہ دیکھنے کا منظر تھا

مفلسی کی قیام گاہ تھی وہ
ایک فٹ پاتھ پر جو بس تر تھا

عارضی سب کا یاں پڑاو ہے
اِس کا نمبر ہے اُس کا نمبر تھا

خواب میں چل رہے تھے پھولوں پر
راستہ باغ کا معطر تھا

لوٹ آئے گا سال سولہ میں
یہ دسمبر بڑا ستم گر تھا

آدمی آدمی سے نکلا ہے
بوزنہ ہے نہ کوئی بندر تھا

آزمائش کڑی تھی ہجراں میں
اس کے لب پر نہیں کا منتر تھا

چل رہا تھا وفا کے رستے پر
راستہ جنگلوں کے اندر تھا

گھاس پگڈنڈیوں پہ اگ آئی
اس کا گھر راستے سے ہٹ کر تھا

حضرت اشفاقؔ کے مخاطب تھے
آگہی سے بھرا وہ لیکچر تھا

اس کی باتوں میں درد تھا اِتنا
دل میں چبھتا ہوا سا نشتر تھا

بادشہ حیدر کرار سلام
معرکہ خیر و شر تو خیبر تھا

کس نے رہنا ہے حکمراں اپنا
وقت تھا ، بادشاہ ، سکندر تھا

میرے مالک کا شکر لاکھوں بار
آج میرا جو کل سے بہتر تھا

ایک دریا کے پار اترا تو
سامنے میرے اِک سمندر تھا

اس کی خوشبو مرے وجود میں ہے
میرے باہر تھا،میرے اندر تھا



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موج غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

اشفاق غوری

سامنے جبکہ اک سمندر تھا
پھر نصیب ایک قطرہ کیونکر تھا

منتظر میں سراپا پیکر تھا
آنے والا حسین منظر تھا

بچ گیا غیر سے مگر اس سے
کیسے بچتا جو میرے اندر تھا

کیسے مجھ پر بلائیں آ جاتیں
ماں کا آنچل جو میرے سر پر تھا

راہ سے کس طرح بھٹک جاتا
میرا مقصد ہی میرا رہبر تھا

جو بھی سنتا تھا مست ہو جاتا
بات میں اس کی جادو،منتر تھا

دیکھتے کیوں نہ ہم کھڑے ہو کر
اک تماشا تھا جو کہ دیگر تھا

بادشاہ تھا میں سب کی چاہت کا
میں بھی بچپن میں اِک سکندر تھا

ہر طرف تھے نظارے جنت کے
ماں کی آغوش میں مرا سر تھا

اللہ اللہ وہ کیا سماں تھا افق
ٹوٹی کشتی تھی اور بھونڈر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

ڈاکٹر عزیز فیصل

غزل

پیار کے کھیل کی مہارت میں
قیس، رانجھے سے قدرے بہتر تھا

اس کا بے وزن شعر سائز میں
فربہی بھینس کے برابر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

احمد علی
برقی اعظمی

غزل

جو بظاہر وفا کا پیکر تھا
آستیں میں اسی کی خنجر تھا

میں ہوں اک صید ہے جہاں صیاد
جیسے میرا یہی مقدر تھا

دل میں تھا محشرِ خیال مرے
ماجرا دیکھ کر یہ ششدر تھا

تھے سبھی میرے درپئے آزار
کوئی اندر تو کوئی باہر تھا

اجنبی لگ رہے تھے سب چہرے
گھر میں رہتے ہوئے بھی بے گھر تھا

بچ گیا زد سے موجِ طوفاں کی
دل مرا رنج و غم کا خوگر تھا

ڈوب کر موجِ خوں میں اُبھرا ہوں
چشمِ تر میں مری سمندر تھا

کاش پہلے مجھے پتہ ہوتا
تھا وہ رہزن جو میرا رہبر تھا

کارگر مارِ آستیں پہ نہ تھا
ہاتھ میں سانپ کا جو منتر تھا

تھا وہ جس مال و زر کا شیدائی
میری نظروں میں خس برابر تھا

اک گدا سے بھی تھا گیا گُذرا
یوں تو کہنے کو وہ تونگر تھا

آکے موجِ غزل میں بھول گیا
سر میں برقی مرے جو چکر تھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

روبینہ شاہین بینا

غزل

دو دنوں سے جو گھر سے باہر تھا
اس کا ابا شریف شوہر تھا

رہ رہی تھی بہو بھی ساس کے ساتھ
معجزہ تھا کہ کوئی منتر تھا

یہ ترقی کا شاخسانہ ہے
بیوی باہر تھی اور میاں گھر تھا

آ گیا تھا جو مانگنے چندا
دیکھئے تو ہمارا لیڈر تھا

کام گھر کے سبھی کئے اس نے
درحقیقت وہ نیک شوہر تھا

ڈر گیا کیوں ذرا سی لیکوں سے
کتنا بزدل ہمارا لیڈر تھا

کس سے جا کر وہ شعر لکھواتی
کون بابا اسے میسر تھا

سامنے ٹنڈ تھی چمکتی ہوئی
شوخ ہاتھوں میں ایک چھتر تھا

فوڈ بزنس وہ کہہ رہا تھا جسے
نان چھولے کا ایک چھپر تھا

وہ جو پکڑا گیا بمع چٹھی
وہ مرا آخری کبوتر تھا

وہ جو بس کمپنی کا مالک ہے
اس کا ابا کبھی کنڈیکٹر تھا

دے رہا تھا پٹھان چٹکی بھر
جانے نسوار تھی کہ مٹّر تھا

میں سمجھتی تھی جس کو اپنا چاند
وہ نشانِ ہلال احمر تھا

اب کے ساون میں ڈر گئے بچے
ڈھل گیا جو سفید پاؤڈر تھا

آنکھ فوکس تھی نقش کے پیچھے
سیلفیوں میں حسین منظر تھا

پہلی زوجہ نے کر دیا حملہ
ساتھ بچوں کا ایک لشکر تھا

اُس کو زیرو بنا گئی بیگم
لاڈلوں میں جو ایک نمبر تھا

ہو رہی تھی لڑائی مرغوں میں
کھیل گویا یہی برابر تھا

آخری روزہ تھا میرا پنڈی
عید کا دن ترا پشاور تھا

چھیڑتا تھا جو خواب میں بیناؔ
اٹھ کے دیکھا تو ایک مچھر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

ڈاکٹر منظور احمد

پہلی کاوش

وہ پلانے کی ضد پہ برسر تھا
ہوش میرا مگر برابر تھا

ہڑبڑا یا سا بھاگتا ہی رہا
پیٹھ میں وقت کا جو خنجر تھا

کٹ گیا ہوں زمیں کے رشتوں سے
میں ہوا میں کسی اڑاں پر تھا

خامشی کیسے مجھ کو راس آتی
میرے اندر کوئی سخنور تھا

لوٹ آئے پروں میں پیاس لئے
جال جیسا ہر اک سمندر تھا

ٹوٹ کر جب گرا بکھر ہی گیا
ایک تارہ ہوا جو بے گھر تھا

زندگی تھی کہ بے وضع مصرعے
بحر سے شعر جیسے باہر تھا

پھڑ پھڑا تے ہی مر گیا آخر
خواہشوں کا جو اک کبوتر تھا

کہکشانوں سے میں اتر آیا
تیرے رستے میں ایک پتھر تھا



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

ڈاکٹر منظور احمد

دوسری کاوش

کھو گئے تھے مکیں کہیں سارے
متلاشی نگر نگر گھر تھا

خواہشیں کھینچتی رہیں مجھ کو
اک طلاطم پہ میرا محور تھا

وہ زمانۂ طفلگی یارو
کیا ہی اچھا تھا کتنا بہتر تھا

آج مالک وسیع عمارت کا
وہ محلے میں جو گداگر تھا

کتنی شمعیں بجھا دیں لمحوں میں
ظالمانہ ہوا کا تیور تھا

جانے کب تک سزا بھگتنی ہے
ایک الزام جو مرے سر تھا

اشک ٹھرا ہوا جو آنکھ میں تھا
ایک قطرے میں اک سمندر تھا

یونہی کب تھرتھرائے تھے شیشے
ہاں میرے ہاتھ میں بھی پتھر تھا

گو تمام عمر ڈھونڈتا ہی رہا
میں جہاں تھا وہیں مرا گھر تھا

میں نہ پہچان ہی سکا اس کو
وہ تھی فرزند یا وہ دختر تھا

ناپتے کیا کسی کا قد منظورؔ
میں کہیں سے نہ خود برابر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موج غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

گوہر رحمٰن گھر

غزل

ٹوڈیوں میں سوار رہتے ہیں
پاس جن کے کبھی جو خچر تھا

لگ گئی منہ کو اب کہ مال حرام
بھوک جنکا کبھی مقدر تھا

دیکھ ماضی اکھیڑ مت انکا
پوچھ مت اف دیا چھلتر تھا

وہ جو بائیس بتا گیا سب کو
عمر کا ایک سو چھتر تھا

آج کاٹن پہن کے اِترایا
جنکا ملبوس پہلے کھدر تھا

چھت ہماری ٹپک پڑی آخر
بھیگ جانا میرا مقدر تھا

چھت ہماری ٹپک پڑی آخر
بھیگ جانا میرا مقدر تھا

کاٹ کر اڑ گیا گہر مچھر
ٹیوب تھا اف کہ یا یہ نشتر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

ہاشم علی خان ہمدم

پہلی کاوش

آئینے میں عجیب منظر تھا
کون تھا جو مرے برابر تھا

میری پرواز لامکانی تھی
میں محبت کا آخری پر تھا

زلزلے نے مکان چھین لیے
اس خرابے میں کون بے گھر تھا

جس کو سمجھا تھا میرا بازو ہے
آستیں میں چھپائے خنجر تھا

میں نے ہنس کر کیا قبول جسے
غنچۂ گل اصیل پتھر تھا

دھجیاں تھیں سفید آنچل کی
شہر کے راستے میں کیکر تھا

اس کے چہرے پہ سرخ رنگ حیا
سونے چاندی سے بڑھ کے زیور تھا

سنگ زادوں پہ اتنی حیرت کیوں
آئینہ بھی تو ایک پتھر تھا

عرصۂ گل تھا پانچواں موسم
کوچۂ دل سرائے صرصر تھا

آنکھ سورج سے کب ملاتے تھے
دھوپ زادوں کا عشق محشر تھا

در حقیقت وہی تھا رنگ دروں
آئینے سے جو عین باہر تھا

زندگی تھی مرے تعاقب میں
خواہشوں کا حسین لشکر تھا

پستیوں سے بھری بلندی تھی
کوئی نیچے تھا کوئی اوپر تھا

لاج رکھی تھی میرے مولا نے
کون ورنہ غریب پرور تھا

جی رہے تھے منافقت میں لوگ
کوٹ کالا سفید کالر تھا

اب تو اپنی خبر نہیں ہمدمؔ
خود کو میں بھی کبھی میسر تھا



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

ہاشم علی خان ہمدم

دوسری کاوش

حرف تازہ نہ مصرعۂ تر تھا
میر جیسا نہ کوئی نشتر تھا

حیرتی ہوں میں رائیگانی پر
اس طرح یہ جہان کیوں کر تھا

بارشوں نے کیا مجھے سیراب
یہ علاقہ تو کب کا بنجر تھا

رات کاٹی تھی بے قراری میں
خواب زدگی تھی، دیدۂ تر تھا

یہ تو تاریخ ہی بتائے گی
کون اچھا تھا کون برتر تھا

جھوم اٹھی صدائے موجِ غزل
اس کے لہجے میں شعر منتر تھا

ہم نے بربادیوں سے راہ پائی
راہ زن ہی ہمارا رہبر تھا

میں نے سائے کے ساتھ چلنا تھا
اور سورج بھی میرے سر پر تھا

بولتا تھا حسین لہجے میں
میر جیسا کوئی سخن ور تھا

کس کی خوشبو قیام کرتی تھی
کوچۂ جاں مرا معطر تھا

تیرگی نے جلا دیا لوگو
روشنی سے جو گھر منور تھا

میرا اپنا مکان تھا ورنہ
دشت میں بھی کرائے کا گھر تھا

جان دے دی وفا کی حرمت پر
بندۂ حر تھا ، آدمی نر تھا

دے رہی ہے اذان موجِ غزل
صرف رب کا مقام اکبر تھا

اس تماشے میں ہم پڑے ہی نہیں
"ورنہ ہر جا جہان دیگر تھا"

المیہ ہے یہ آگہی ہمدم
یوں نہ ہوتا تو اور بہتر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

حشمت علی انصاری

غزل

دل کشا وہ بھی کتنا منظر تھا
آپ تھے , میں تھا اور سمندر تھا

گھنٹوں محوِ خیال رہتے تھے
مخملی فرش گویا بستر تھا

ہر طرف تھا سکوت کا عالم
میرے کاندھے پہ آپکا سر تھا

آرزو تھی تو بس تری مجھکو
فکرِ دنیا تھی نہ کوئی ڈر تھا

داستاں جب زمانے میں پھیلی
تم بھی حیران تھیمیں بھی ششدر تھا

اپنی قسمت میں تو جدائی تھی
ہجر کا درد ہی مقدر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

افتخار الحق

غزل

دل کو دیکھا تو شہرِ محشر تھا
دھڑکنوں میں جہانِ دیگر تھا!!

آئینے سے ملی خبر مجھ کو
میں بیگ وقت دو جگہ پر تھا

میری سادہ دلی سے بدلا ہے
جو ہمیشہ سے میرا رہبر تھا

جانے کب کا بھلا چکا اس کو
وہ جو اک درس مجھ کو ازبر تھا

فیصلہ ہو نہیں سکا سب تک
کون سا وقت کس سے بہتر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

عرفان قادر

پہلی کاوش

کل جو محفل میں پاپ سنگر تھا
اس کا استاد کوئی جھینگر تھا

درس دیتا تھا آ کے ٹی وی پر
وہ جو عالم نہیں تھا، جوکر تھا

رشتے داری تھی سب کی آپس میں
ہیر بی بی کا قیس دیور تھا

خود کو انجینیر جو کہتا تھا
در حقیقت وہ اک پلمبر تھا

سب ڈرامے تھے اُس کے جائز ہی
شور بس میری فیس بک پر تھا

گجرانوالہ میں اُس کے تھے سُسرال
یعنی اُس کا وہ "ہیڈ کواٹر" تھا

جس کو ہم شیر دل سمجھ بیٹھے
عام چوہا نہیں چھچھوندر تھا

تیرے کوچے میں جا رہا تھا رقیب
ہاتھ میں اُس کے ایک شاپر تھا

عشق میں قیس ہو گیا ناکام
کیونکہ لیلیٰ کا باپ "میٹر" تھا

بھینس تھی بانسری تھی، ہیر نہ تھی
ہائے کیا درد ناک منظر تھا

جا کے جوتے پڑے اُسے گھر میں
یوں تو کہنے کو وہ گورنر تھا

رو رہے تھے نہ جانے شاعر کیوں؟
ختم ہونے کو جب دسمبر تھا

اس کو ای میل پر ہی ٹرخایا
جس کی ڈیمانڈ ایک لیٹر تھا

ٹائپنگ میں ذرا سی غلطی تھی
ورنہ میں نے تو لکھنا "خنجر" تھا

جھنجھناتا رہا جو ساری رات
سادہ فوجی نہ تھا کمانڈر تھا

یہ بھی تاریخ میں لکھا ہوا ہے
قیس لیلیٰ کا پہلے ٹیوٹر تھا

اڑ گیا ضد پہ اک چوّل یونہی
قبل جولائی کے ستمبر تھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

عرفان قادر

دوسری کاوش

اک بہو جل کے مر گئی، ملزم
کون تھا؟ گیس کا سلنڈر تھا

نامہ بر کی شرارتوں سے پاک
آج کل فیس بک میسنجر تھا

دردِ سر کیا ہے؟ جانتا ہوں خوب
میں بھی پندرہ برس سے شوہر تھا

داد کا جس میں تھا سبھی ریکارڈ
ہاتھ میں اُس کے اک رجسٹر تھا

بس قلابازیاں چھلانگیں تھیں
کوئی بندر تھا یا وہ ڈانسر تھا

بھیک جب مانگنے وہ نکلے، ساتھ
اک ڈرم تھا، بڑا کنستر تھا

کیسے اظہارِ عشق ہو، اُس کا
باپ پولیس میں کمشنر تھا

تھوڑی ہمت اگر دکھا دیتا
میری قسمت میں پھر تو چھتر تھا

مرغیوں نے سوال پوچھا ہے
کس طرح مُرغ ہم سے برتر تھا؟

جس سے تھی ایکٹرس نے شادی کی
ہاں، اُسی نار کا مینیجر تھا

کچھ نہیں تھی تمیز نامی شے
اور دکھنے میں بھی تو ڈنگر تھا

ہیر کا اپنی ساس سے جھگڑا
ایک دن تو نہیں تھا اکثر تھا

نیٹ کا سرور اُسے سمجھتے رہے
کل ملا ہم سے چاچا سرور تھا

کوٹ مجنوں کے پھٹ گئے سارے
باقی پتلون اور ہینگر تھا

ہر جگہ پر ہی تھا میاں مظلوم
کوئٹہ میں تھا یا گوادر تھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

جیا قریشی

غزل

زندگی کا حسین پیکر تھا
گردشوں کا عجیب چکر تھا

لامکانی میں تم گئے ہی نہیں
"ورنہ ہر جا جہان دیگر تھا"

خواہشیں یوں طواف کرتی تھیں
گردشوں کا اسیر محور تھا

دور تک تھی نگاہ آوارہ
اور آنکھوں سے دور ساگر تھا

اس کو ڈھالا گیا ہے دنیا میں
چاک پر جو عجیب عنصر تھا

جام ہی گر نہیں تو ساقی کیا
مے کدے کا سرور ساغر تھا

کشتیاں ہم جلا چکے تھے مگر
ساحلوں سے پرے سمندر تھا

کس کے گارے کو جسم بخشا گیا
خاک دانی میں کون پیکر تھا

جب بھی کاٹے گئے نگین ہوئے
پتھروں میں یہ خاص جوہر تھا

رات کانٹوں کے ساتھ گزری تھی
اور پھولوں کا نرم بستر تھا

موج در موج ہل گیا پانی
اس نے پھینکا بس ایک کنکر تھا

کس نے چھوڑا ہے زندگی کو جیا
ہاں سنا ہے کوئی سکندر تھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

محمد خلیل الرّحمن

غزل

عشق میرا تو غم کا خوگر تھا
حال دل کا اگرچہ ابتر تھا

دل خیالوں سے اس کے تھا معمور
دھڑکنوں کا جو میری محور تھا

میں تو یادوں کے دشت میں گم تھا
اپنے گھر سے ہوا جو بے گھر تھا

مانتا ہی نہ تھا کسی کی بات
کس قدر عشق میرا خود سر تھا

درد میں دیکھتا رہا عمر بھر
وہ شناسا جو دل کے اندر تھا

نام تیرا بھلا چکا ہے خلیل
نام کا ہی وہ تیرا دلبر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل
میر تقی میر
کے نام

خمار دہلوی

غزل

ہاتھ میں وہ لئے گلِ تر تھا
آستیں میں چھپائے خنجر تھا

میری ماں کی دعاء کا پیکر تھا
ایک سایہ جو میرے سر پر تھا

کچھ مقدّر بھی تھا خفا مجھ سے
کچھ عمل کا بھی میرے چکّر تھا

زد میں طوفان کی وہی آیا
جو شجر سبز اور تناور تھا

میں سفر میں رہا تُو منزل پر
یہ مرا وہ ترا مقدّر تھا

لے گئی سر پھری ہوا اُس کو
جھونپڑی پر جو میری چھپّر تھا

رُخ پہ تھا اِک بلا کا سنّاٹا
اور طوفان دل کے اندر تھا

آج رکشا چلا رہا ہے وہ
کل جو شہزادۂ سکندر تھا

آج دنیا سے ہو گیا رخصت
شہرِ اردو کا جو سخنور تھا

کب گوارا تھیں دوریاں تجھ سے
"ورنہ ہر جا جہانِ دیگر تھا"

مسئلہ یہ بھی تھا خمارؔ آخر
جو امیں تھا وہی ستمگر تھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

محمد فہیم

پہلی کاوش

درد اُٹھتا جو دل کے اندر تھا
کوئی دریا نہیں سمندر تھا

اُس سے امید تھی وفا کی مجھے
جو ازل سے وفا کا منکر تھا

کل جو ناچا تھا عشق میں تیرے
میرے اندر کا اک قلندر تھا

کیسے کرتا یقین میں اُس پر
ہاتھ میں اس کے اب بھی خنجر تھا

چل گیا چال آج وہ ایسی
شہر سارے کا سارا ششدر تھا

میری آنکھوں کو دے گیا آنسو
میرا دلبر بڑا ستم گر تھا

ہاتھ خالی گیا جہاں سے وہ
کل تلک جو بڑا سکندر تھا

آنا ہوتا اگر تو آ جاتے
دو قدم پر ہی بس مرا گھر تھا

میری عادت بدل گیا وہ فہیم
ورنہ میں تو وفا کا خوگر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

محمد فہیم

دوسری کاوش

رات کتنا عجیب منظر تھا
رنج و غم کا وہ ایک لشکر تھا

قتل اُس نے کئے نگاہوں سے
سارا الزام میرے سر پر تھا

اُس کی نظروں نے کر دیا گھائل
دور رہتا اگر تو بہتر تھا

غیر سے اب شکایتیں کیسی
میرا قاتل مرا ہی دلبر تھا

لاکھ چاہا سنبھل سنبھل کے رہوں
ٹوٹنا ہی مرا مقدر تھا

گرچہ اُس کی اڑان اُونچی تھی
سایہ اُس کا مگر زمیں پر تھا

ہر قدم پر لگی مجھے ٹھوکر
جیسے میں راستے کا پتھر تھا

ڈھونڈا اُس کو نگر نگر میں نے
وہ مری دسترس سے باہر تھا

نیند مجھ کو فہیم کیا آتی
ہجر کا درد میرا بستر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

محمد طارق
محمود راہی

غزل

میر صاحب تھا میر سندر تھا
شاعری کا وہ اک سمندر تھا

کیوں نہ کرتا میں نام اس کے غزل
اس سا فنکار میرے اندر تھا

ایک نقطہ میری حقیقت ہے
ایک مرکز کا میں تو محور تھا

میں تو کہتا ہوں ناخدائی غزل
استعاروں کا میر پیکر تھا

میر الماس میر پارس بھی
وہ ادب کا جناب گوہر تھا

میں فقیری کے بھیں میں آیا
کوئی دارا کوئی سکندر تھا

میں نے دیکھا بغور جب اس کو
میرے سپنوں سے بھی وہ سندر تھا

جس نے خوشبو علی کی پائی ہے
وہ فقط بوعلی قلندر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

مسعود ساگر

غزل

فقر ہی زندگی کا محور تھا
وہ یقیناً کوئی قلندر تھا

جب کہ احباب تھے مرے پیچھے
میرے پہلو میں کس کا خنجر تھا

میں مکمل کبھی نہ ہو پایا
ایک شیطان بھی تو اندر تھا

تیرے احساس نے کیا ہے ہرا
دل کا صحرا تو کب کا بنجر تھا

قافلہ کیوں بھٹک گیا آخر
وہ بتائے جو میرا رہبر تھا

تشنگی پر سوال اٹھتے ہیں
سامنے جب مرے سمندر تھا

یہ بھی تو اک ستم ظریفی تھی
تشنہ لب تھا وہی جو ساگر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

محمد شاہد الرحمٰن

غزل

یوں تو مجھ سے کہیں وہ بہتر تھا
لیکن اس میں ذرا تکبر تھا

یہ جو کشکول لے کے پھرتا ہے
کل تلک بخت کا سکندر تھا

اب چلوں بھی تو کس کے سنگ چلوں
چھوڑ کر جا چکا جو رہبر تھا

کیا سمجھتا وہ میرے جذبوں کو
جس کے سینے میں کوئی پتھر تھا

وقتِ رخصت نہ کچھ کہا اس نے
بوجھ یہ بھی تو میرے دل پر تھا

ذکر محفل میں جب وفا کا چلا
نام میرا سبھی کے لب پر تھا

کب کسی سائباں کی چاہت تھی
ماں کا سایا جو میرے سر پر تھا

عشق تو بے سبب ہوا بدنام
درد سہنا مرا مقدر تھا

ایک دن جان لیں گے سب شاہدؔ
کون باطل تھا ، کون حق پر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

مرید باقر انصاری

غزل

وہ جو کل تک وفا کا پیکر تھا
آج کیوں اس کے ہاتھ پتھر تھا

اس لئے اس پہ آن دل ٹھہرا
وہ بھرے شہر سے جو ہٹ کر تھا

سر پہ باندھے کفن میں چل نکلا
سامنے گو عدو کا لشکر تھا

غمزدہ مجھ کو روتے ہیں یونہی
غم کے ماروں کا میں قلندر تھا

یاد آئے تو خوں رلائے مجھے
اس سے بچھڑن کا وہ جو منظر تھا

میرا بن کر جو ڈس گیا مجھ کو
آدمی تھا یا کوئی اجگر تھا

لمس اس کا بتا گیا مجھ کو
پھول چہرہ بھی کتنا پتھر تھا

مجھ سے بڑھ کر ہیں درد کس کو ملے
کون مجھ سے بڑا سکندر تھا

آج کل کیوں نظر نہیں آتا
وہ جو مل جاتا مجھ کو اکثر تھا

چھوڑ کر وہ گیا مجھے جس دن
وہ بھی دن میرے لیئے محشر تھا

کوئی بھی میرا بن نہیں پایا
عیب ایسا تو میرے اندر تھا

اجنبی ہوں میں آج اس کے لئے
کل تلک جس کا میں ہی دلبر تھا

پیار بن کر جو آج ابھرا ہے
وہ تو صدیوں سے دل کے اندر تھا

ترس پانی تجھے نہیں آیا
ہائے کتنا پیاسہ اصغر تھا

درد میں یوں بھی خوش ہوں میں باقرؔ
درد سہنا مرا مقدر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

نور جمشید پوری

غزل

کفر کا جس کے لب پہ منتر تھا
بن گیا قوم کا وہ رہبر تھا

اس کے حصے میں آئی گمنامی
علم کا جس کے پاس گوہر تھا

رات گزری تھی کل قیامت کی
دن بھی مفلس کا ایک محشر تھا

روح تک میری کر گیا زخمی
لفظ میں اس کے جو کہ نشتر تھا

زخم ہم غیر کو دکھا نہ سکے
پشت پر یار کا ہی خنجر تھا

بال و پر آج کاٹ کر میرے
وہ کھڑا اب مرے برا بر تھا

ہو کے رسوا جہاں سے ہم نکلے
اس گلی میں ہی تو ترا گھر تھا

جو ملا درد اس کے ملنے سے
نہ ہی ملتا اگر تو بہتر تھا

تیرگی ڈس رہی ہے آج اسے
نور کا کل تلک جو پیکر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موج غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

نوید ظفر کیانی

پہلی کاوش

آج مہمان جو مرے گھر تھا
کوئی ٹبر تھا وہ یا لشکر تھا

ہمیں سسرال سے نہ آگے گئے
ورنہ ہر جا جہان دیگر تھا

بہرِ لیڈر لگا ہوا تھا روٹ
جیسے نفرِ دگر تو شودر تھا

منکشف کر گیا ہے سی ٹی سکین
اُس کے سینے میں ایک پتھر تھا

ڈوز دیتے ہیں پیار کی اُس کو
اور اُس کا علاج چھتر تھا

کب رقیبوں پہ وہ کبھی بھونکا
اُس کے کتے کا زور ہم پر تھا

اپنے ناصح کو اب میں سمجھا ہوں
اُس ستمگر کا تجھ سے چکر تھا

بلوہ افروز تھی زباں جس کی
ٹاک شو کا کوئی مچھندر تھا

کاسہ لیسی میں تھا جو پی ایچ ڈی
بس مقدر کا وہ سکندر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

نوید ظفر کیانی

دوسری کاوش

اِس پہ حیران تیرا سوبر تھا
آئینے میں وہ کون جوکر تھا

حرفِ شیریں کی آرزو تھی عبث
اِس قدر مبتلائے شوگر تھا

جس کے کنسرٹ سے میں آیا ہوں
پاپ سنگر نہیں تھا بندر تھا

گھورتا تھا ہر آتا جاتا ہوا
میرے ہاتھوں میں کالا شاپر تھا

اُتنے گہرے گڑھے میں جا کے گرا
میرا مورال جتنا ہائر تھا

روئے خاتون تھا کوئی چُر مُر
جانے شوہر تھا یا وہ شوفر تھا

کہکشاں مانگتے رہے عاشق
جا بجا راستے میں گوبر تھا

کیسے کیسے چھوہاروں کو ہے گلہ
تیری محفل میں کیوں چقندر تھا

مشتبہ ہو گیا اِسی باعث
دل کا احوال بے گرامر تھا

کیسے آتی حیا بھکاری کو
ملک سارا جہاں گداگر تھا

فائلیں اُڑنے لگ گئیں دیکھو
وہ کوئی کال تھی یا منتر تھا

اُن کی گفتار بھی جلیبی تھی
جس قدر گیسوؤں میں گھنگھر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

قدسیہ ظہور

پہلی کاوش

آنکھ میں جو حسین پیکر تھا
وہ محبت کا خاص منظر تھا

جس کو اب تک نہ میں سمجھ پائی
تیرے ماتھے کا جو بھی تیور تھا

جس پہ میں کروٹیں بدلتی تھی
منجمند یاد کا وہ بستر تھا

جس گھڑی تو نے تھام رکھا تھا
میرے ہاتھوں میں وہ ہی زیور تھا

خاک داں نے اٹھا کے رکھا مجھے
ناخلف گارے نے بنایا محشر تھا

رات دن جس خیال میں گزرے
میری سوچوں کا تو ہی محور تھا

میں جو ہر بات کہہ نہیں پائی
اشک تھے اور چہرہ تر تھا

میں جسے سینچ سینچ رکھتی تھی
میرے ہونے کا خاص جوہر تھا

جس سنگھاسن پہ اس کو آنا تھا
واں مجھے دیکھ کے وہ ششدر تھا

خاک اڑتی تھی عشق میلے میں
رقص کرتا ہوا قلندر تھا

زندگی تھی اسی اسیری میں
دل در یار کا کبوتر تھا

نیک نیت کی بات ہے قدسیؔ
ورنہ روٹھا ہوا مقدر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

قدسیہ ظہور

دوسری کاوش

سر پہ تانے ہوئے وہ چادر تھا
جس کی چھاؤں میں دھوپ کا گھر تھا

پتھروں پر چلا گیا تیشہ
دشت الفت میں کون خود سر تھا

خواب آنکھوں میں جو بھرے میں نے
ساتھ ہی کرچیوں کا لشکر تھا

تو نے لذت مجھے ودیعت کی
درد ہجراں سے کون خوگر تھا

میں نے پوجا تھا جس کو چاہت سے
وہ بھی اک عام سنگ مرمر تھا

تم نے دل سے نکل نہیں دیکھا
"ورنہ ہر جا جہان دیگر تھا"

پتھروں کے نگر میں سیکھا ہے
ساتھ چلنا زمیں پہ دوبھر تھا

میرا کردار مرکزی تھا مگر
تو کہانی میں خاص عنصر تھا

کیا کہوں کتنا مجھ سے بہتر تھا
وہ مری جاں اور دلبر تھا

رقص کرنے لگی بھنور باندھے
پاؤں نیچے کھلا سمندر تھا

رنگ ہاتھوں پہ جو اتر آیا
وہ تری چاہتوں کا مظہر تھا

کاش اسکو میں بھول جاؤں کبھی
وہ زمانہ جو میری ٹھوکر تھا

اڑ رہی تھی میں ڈار میں قدسیؔ
میری پرواز کونج کا پر تھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

رمز جلال آبادی

غزل

زندگی کا حسین منظر تھا
اس کے پہلو میں جب مرا سر تھا

دوش میں پھر بھلا کسی دیتا
میرا رہزن مرا ہی رہبر تھا

قتل کر کے بھی مسکراتا رہا
میرا دلبر بھی کتنا کٹّر تھا

تم مرے ساتھ میں نہیں آئے
''ورنہ ہر جا جہان دیگر تھا''

کیوں اشاروں پہ ناچتا رہتا
میں ترے باپ کا کیا نوکر تھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

رعنا حسین

غزل

اِک حسیں چاندنی کا منظر تھا
آج مہمان وہ مِرے گھر تھا

دل ہی اِک صبر کا سمندر تھا
ورنہ ہر جا جہان دیگر تھا

اُس نے جوگن بنا دیا مُجھ کو
زرد موسم جو میرے اندر تھا

سرسری تم جہا ن سے گزرے
ورنہ قدموں پہ واں مِرا سر تھا

آپ خود کو میں ڈھونڈھ پاتی نہیں
کیونکہ جنگل جو دل کے اندر تھا

رات بھر نیند آئی نہ اِک پل
کوئی تو بوجھ میرے دل پر تھا

میرے رونے پہ بھی نہیں روتا
اُس کا سینہ تو جیسے پتھر تھا

اُس کو دفنایا ایک مجمع نے
وہ جو تنہائیوں کا خوگر تھا

کیسی سُدھ بُدھ گنوائی تھی رعناؔ
جادو ٹونہ ،یا کوئی منتر تھا؟



موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

شاہین فصیح ربّانی

پہلی کاوش

کب غم و رنج کا مجھے ڈر تھا
میر کا شعر میرا رہبر تھا

ہجر کی شب، اداس منظر تھا
دور تک چاندنی کا بستر تھا

ڈوبتا جا رہا تھا عکس مرا
آئنے میں کوئی سمندر تھا

وہی ٹھہرا نشانِ منزلِ زیست
جو مرے راستے کا پتھر تھا

جس کو ماں کی دعائیں بنتی ہیں
میں اسی سائباں کے اندر تھا

جانے کس بات پر خفا تھے لوگ
ہاں! مجھے تیرا غم میسر تھا

دیکھ لیتا تھا مسکرا کر وہ
ہاں! کبھی اوج پر مقدر تھا

یاد رکھنا کہ بھول جانا اسے
جانے کیا میرے حق میں بہتر تھا

ایک طوفان تھا سمندر میں
ایک طوفان میرے اندر تھا

شہر کی ناشناسیاں، توبہ
گاؤں میں رہ رہا تھا، وہ گھر تھا

وہ ملا تھا بڑی محبت سے
خواب تعبیر کے برابر تھا

وجہِ ناکامی ہے غرور فصیح
مجھ کو سارا نصاب ازبر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

شاہین فصیح ربّانی

دوسری کاوش

راستے میں کوئی سمندر تھا
اور بھروسہ مرا خدا پر تھا

وقت کی یورشیں بتائیں گی
اس گلی میں کہیں مرا گھر تھا

کوئی دستار تھی مرے سر پر
میرے کاندھوں پہ بھی کوئی سر تھا

مجھ کو دنیا بدل نہ سکتی تھی
ذات میں اپنی میں قلندر تھا

اور اس نے بڑھائی بیماری
جو مسیحائی پر مقرر تھا

سوچ بھی مجھ کوی کی سندر تھی
وہ مری سوچ سے بھی سندر تھا

بارشِ سنگ تھی غضب کی فصیح
ٹوٹ جانا مرا مقدر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

شاہین مغل

غزل

اک جہاں غم کا میرے اندر تھا
کچھ الگ میرا تو مقدر تھا

دل کی بستی سے ہو گیا رخصت
تجھ کو کھونے کا ڈر جو دلبر تھا

کیوں یہ دنیا حسیں نظر آتی
کرب سارا تو من کے اندر تھا

خواب کل پر سرور تھا کتنا
تیرے کاندھے پہ جب مرا سر تھا

قتل اب روز ہوتی ہے غربت
میرے حاکم کے پاس خنجر تھا

دل پہ تھی سخت دھوپ سوچوں کی
آنکھ میں موجزن سمندر تھا

موج میں ہے تری غزل شاہین
اس کا محور تو اک سخنور تھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

محمد شکیل انصاری

غزل



مجھ کو لائے ہو کیوں یہاں لوگو
میں جہاں تھا وہیں پہ بہتر تھا

پر لگا تھا مجھے وفاؤں کا
میں بھلا کب زمیں کے اوپر تھا

کل تلک کچھ نہیں تھا مرے سوا
آج ہر ایک مجھ سے بہتر تھا

اپنے غم کو ڈبونے جاؤں کہاں
میرے آنکھوں میں ہی سمندر تھا

پیار انکا کبھی نہیں تھا شکیل
میں اکیلا بھی ساتھ رہکر تھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

شوق جعفری

غزل

اس قدر وہ حسین پیکر تھا
شوق وہ اک جمالِ دیگر تھا

جس کا شعلوں میں جل رہا گھر تھا
اُس کے سارے جہان میں ڈر تھا

ایک سمجھوتا تھا سمجھ لو تم
ورنہ ہر جا جہانِ دیگر تھا

کِتنا محروم تھا وہ دستک سے
وہ مرا اپنا گھر جو بے در تھا

مرے اُس شہر کی تھی کیا حالت
جس میں ماتم وہ شوق گھر گھر تھا

ایک سر میں نے دیکھا بے تن بھی
کس کا تھا تن وہاں جو بے سر تھا

رو رہا تھا نکل کے پنجرے سے
دل پرِندہ وہاں جو بے پر تھا

وہ جو اُترا تھا اُس کی آنکھوں میں
وہ چمکتا ستارہ خنجر تھا

میں جہاں بیج بو رہا تھا کبھی
وہ علاقہ تمام بنجر تھا

درد سارے گلے مِلے آ کر
کیا میں کرتا غموں کا خُوگر تھا

رُوبرو مُسکرا رہی تھی وہ
پسِ منظر عجیب منظر تھا

ہم بیاں کر رہے تھے شعروں میں
جس قدر بھی غبار اندر تھا

شوقؔ موجِ غزل میں آیا تھا
آج مہمان کوئی دیگر تھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

شہنواز انور

غزل

اس کے دل میں بھی ایک جوہر تھا
جس ستمگر کا مجھ سے چکر تھا

اس کے صورت میں چاند دکھتا تھا
جانتا وہ ہر اک ہی منتر تھا

کس نے کرنی ہے حکمرانی اب
اس کے دل میں مرا بھی اک گھر تھا

دل کے دریا کے پار اترا تو
دیر تک چاندنی کا منظر تھا

"سرسری تم جہان سے گزرے"
راستہ پھولوں کے بھی اندر تھا

روز ملتا کبھی تھا جن سے میں
ایک وہ شخص میرے اندر تھا

جانے کس کو پسند وہ انور
"ورنہ ہر جا جہان دیگر تھا"



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

شہناز رضوی

غزل

شخصیت کا وہ اپنی مظہر تھا
اپنے باطن کا بھی وہ اظہر تھا

اُس کی آنکھوں سے تھا نمایاں سب
راز جو اُس کے دل میں مُضمَر تھا

اب کہاں ہے وہ ہم نفس بتلا
لمحہ جو تیرا یاور تھا

سارے رُتبے بھُلا دیئے اُس نے
وہ جو ہم سر تھا ، وہ جو دلبر تھا

محفلیں اب ہیں سُونی اُس کے بِن
وہ جو شعر و سخن کا خوگر تھا

میری آنکھوں میں کب کا ڈوب چُکا
صبح دم آس کا جو خاور تھا

ساری دنیا کو تھے گِلے جس سے
میرا محسن تھا ، میرا رہبر تھا

آندھیاں ، بجلیاں ، تلاطم تھے
اور نشانے پہ بس مِرا گھر تھا

اُٹھ گیا تھا یہ دل ہی دنیا سے
''ورنہ ہر جا جہانِ دیگر تھا''

''سرسری تم جہان سے گزرے''
جبکہ ہر جا حسین منظر تھا

اطّلاعاً یہ عرض ہے شہنازؔ
جو بھی تھا بس تِرا مُقدّر تھا

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

شیریں نہاں

غزل

وہ محبت کا ایک منظر تھا
تیرے کاندھے پہ جو میرا سر تھا

اور صورت نہیں تھی جینے کی
تو میری زندگی کا پیکر تھا

میری آنکھوں میں جب اداسی تھی
اس کی آنکھوں میں اک سمندر تھا

راس آیا نہ پھر سکوں اس کو
حسرتِ غم میں وہ یوں مضطر تھا

ذکر تیرا زبان کرتی تھی
اک تیرا نام مجھ کو ازبر تھا

اشک آنکھوں میں گھر کے آتے تھے
درد یوں زندگی کا محور تھا

لب سجائے تو تھے تبسم سے
آستینوں میں جب کہ خنجر تھا

کچھ نہاں خواب یوں ہمارے تھے
تیری آنکھوں کا نرم بستر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

شعیب نوید خان

غزل

عشق سے اجتناب بہتر تھا
ایسے غم کا کہاں میں خوگر تھا

آج دامن بچا رہے ہو تم
کوئی دن تھے تمہارا محور تھا

وقتِ رُخصت اُداس تھا وہ بھی
دل میں میرے بھی ایک محشر تھا

کیسے ترکِ سفر میں کر لیتا
پاوں میں اب کے ایک چکر تھا

زخمِ دل سینا کتنا آساں تھا
جب تلک ساتھ وہ رفو گر تھا

رک گئے تھک کے جب قدم میرے
آنکھ کے سامنے ترا گھر تھا

زندگی بھر یونہی رہا حیراں
ہر گھڑی اک نیا ہی منظر تھا

عشق آساں نہیں ہوا کرتا
یہ تو کانٹوں کا ایک بستر تھا

آج بھی یاد ہے شعیبؔ مجھے
اُس کے لہجے میں ایک نشتر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موج غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

سید افضل علی میر

غزل

اک جنوں تو سوار سر پر تھا
دوسرا شور دل کے اندر تھا

وہ پری رخ نہیں تھا میرے سنگ
"ورنہ ہر جا جہان دیگر تھا"

رخصتی کیسے ظلم سے ملتی
جبکہ ظالم ہمارا دلبر تھا

رفتہ رفتہ بہا دیا میں نے
میری آنکھوں میں جو سمندر تھا

جب بھی ٹکرائے تو ستمگر سے
خوب اپنا بھی کیا مقدر تھا

لاتعلق تھا جو بھی دنیا سے
وہ مقدر کا تو سکندر تھا

ان کی ہر اک خوشی حقیقت تھی
ہم کو بس خواب ہی میسر تھا

کیسے سوتے جہانِ الفت میں
نفرتوں کا جہاں پہ بستر تھا

وقت ہی اب بتائے گا تم کو
کون کمتر تھا کون برتر تھا

جس گھڑی الوداع اس نے کہا
وہ قیامت کا ایک منظر تھا

اسکی ہجرت سے بجھ گیا وہ بھی
آخری جو دیا منور تھا

کیسے گزری یہ زندگی افضل
نہ کوئی ہمسفر نہ رہبر تھا

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

ترنم شبیر

غزل

خواب جیسا حسین پیکر تھا
آئینے میں جو پیش منظر تھا

میں نے کھیلی تھی پیار کی بازی
ہار جانا مرا مقدر تھا

دھڑکنیں مل رہی تھیں دونوں کی
پیار دونوں طرف برابر تھا

جس نے لوٹا مجھے سر منزل
کوئے رہزن نہیں وہ راہبر تھا

تیرگی بس ہمارے گھر میں تھی
روشنی کا سفر تو در در تھا

میرے چہرے پہ پڑھ لیا سب نے
درد میرے جو دل کے اندر تھا

عین میداں میں ساتھ چھوڑ دیا
باغیوں کا بھی ایک لشکر تھا

تو نے ہی پیار سے نہیں دیکھا
دل تو کب سے ترا گداگر تھا

میری انکھوں میں بس گیا ایسے
خواب جیسے کوئی سمندر تھا

کیوں ترنم اداس رہتی ہو
مان لو کہ یہی مقدر تھا



موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

یاسر عباس فراز

غزل

جس قدر جھوٹ تھا بظاہر تھا
سچ حقیقت تھا اور اندر تھا

تو ہی باطن ہے تو ہی ظاہر تھا
تو ہی باہر تھا تو ہی اندر تھا

میں تو صحرا میں بعد میں آیا
مجھ سے پہلے یہ عشق بے گھر تھا

میرے ہاتھوں میں ایک سرخ گلاب
تیرے ہاتھوں میں سرخ خنجر تھا

مجھ کو آتی نہیں یہ فنکاری
جیسا اندر تھا ویسا باہر تھا

تجھ سے بچھڑا تو یہ ہوا احساس
تیرا پیکر ہی میرا پیکر تھا

دھوپ میں سرخ ہو گیا لیکن
پھول جیسا وہ تازہ و تر تھا

مجھ کو رہبر سمجھ کے چلتا رہا
میرا سایہ بھی اک مسافر تھا

مبتدی عشق کہہ رہا ہے جسے
میر کہتا ہے بھاری پتھر تھا



موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

ذہینہ صدیقی

غزل

حسن کا وہ حسین پیکر تھا
یہ الگ بات ہے ستمگر تھا

ذوق نظارہ ہی نہ تھا اس میں
ورنہ ہر جا جہان دیگر تھا

بیج بو تے کہاں محبّت کا
دل کا سارا نگر ہی بنجر تھا

ڈوب جانا بھی ہو گیا آساں
گھر کے باہر میرے سمندر تھا

وہ بھی اک دور تھا زمانے میں
جانور آدمی سے بہتر تھا

ہم سفر ساتھ تھا مرے جب تک
دور تک اک حسین منظر تھا

آج رہزن بنا جو پھرتا ہے
کل ذہینہ ترا وہ رہبر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

ذیشان فیصل شان

غزل

میں کہاں دوسروں سے برتر تھا
ہاں مگر ایک دو سے بہتر تھا

آپ کو بھی یقیں نہ ہو شاید
میں کبھی عاجزی کا پیکر تھا

آج کل جو لباس ہے میرا
اچھے وقتوں میں میرا استر تھا

عام بندے کی جھونپڑی جتنی
خاص بندے کا اتنا بستر تھا

میڈیا ہو گیا ہے اب آزاد
کھل گیا سب کبھی جو اندر تھا

جن کی نسلیں سدھر نہیں پائیں
جد امجد ضرور بندر تھا

پا گئے اس کے منزلیں بچے
ہاں مری قوم کا جو رہبر تھا

جب ہوا معجزا محبت کا
پارسا نیک تھا قلندر تھا

موج ہستی لیے سما جاتے
آپ دریا تھے میں سمندر تھا

شان کی زندگی کا حاصل ہے
جھوٹ ہے کہ سخن مقدر تھا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ غزل

عالمی طرحی مشاعرہ کا

پہلا رنگ

میرِ غزل

میر تقی میر

کے نام

زوہان ربانی عابد

غزل

زندگی کی حسیں گھڑی تھی وہ
تیرے پہلو میں جب مرا سر تھا

جل رہا تھا چراغ ہو کر میں
چاند کو پھر بھی رات کا ڈر تھا

ہتھے چڑھ جائے اگر بشیراں تو
میں بناؤں گا پھر ترا بر تھا

ریختہ کا امیر ہے اب تک
میر اتنا بڑا سخنور تھا

زندگی کی حسیں گھڑی تھی وہ
تیرے پہلو میں جب مرا سر تھا

دشمنوں سے تو ہارنا ہی تھا
دوستوں کے جو ہاتھ خنجر تھا

جب وہ بچھڑا تو یاد اتنا ہے
وہ نومبر تھا یا دسمبر تھا

گھومتا تھا حسینوں کے پیچھے
بھیس میں آدمی کے بندر تھا

تجھ سے بچھڑا تو دارا بن بیٹھا
ورنہ میں بھی کبھی سکندر تھا

